Regd. No. L. 3 25 4

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ ۔ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

الفضل

روزنامہ لاہور پاکستان

تار کا پتہ: الفضل

ٹیلیفون نمبر ۲۹۷۹

یوم سہ شنبہ

شرح چندہ: سالانہ ۲۴ روپے ۔ ششماہی ۱۳ روپے ۔ سہ ماہی ۷ روپے ۔ ماہوار ۲/۸ روپے

قیمت: فی پرچہ ۱ ؍ ۔

۲۱ ذیقعدہ ۱۳۶۹ھ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۳۸/۴ | ۵ تبوک ۱۳۲۹ ہش | ۵ ستمبر ۱۹۵۰ء | نمبر ۲۰۶

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کیلئے خاص دعاؤں کی ضرورت

کراچی ۲۰ ستمبر مکرم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب بذریعہ تار اطلاع دیتے ہیں:-

آج حضور ایدہ اللہ تعالیٰ معہ خدام بخیریت وبعافیت کراچی پہنچ گئے ہیں۔ حضور کو ابھی تک کھانسی کی تکلیف ہے۔ اس کے علاوہ پاؤں میں خفیف سی نقرس کی بھی تکلیف ہے۔ احباب حضور کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔

کراچی ۴ ستمبر مکرم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب بذریعہ تار اطلاع دیتے ہیں

"حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو کھانسی کی تکلیف تاحال جاری ہے۔ درد نقرس کل رات سے پھر شروع ہو گیا ہے۔ درد لحظہ بلحظہ بڑھ رہا ہے۔ احباب سے التجا ہے کہ حضرت امیر المومنین کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔

عراقی کابینہ مستعفی ہو گئی

بغداد ۴ ستمبر۔ آج عراق کی سید توفیق پاشا کی حکومت مستعفی ہو گئی۔ اور اس نے اپنا استعفےٰ آج لندن میں عراقی ریجنٹ امیر عبد الالٰہ کو بھیج دیا ہے۔ بغداد میں سیاسی حلقوں میں خیال کیا جاتا ہے کہ اب السید نوری السعید پاشا کو نئی کابینہ کی ترتیب کی دعوت دی جائیگی۔ آپ آج عراقی ریجنٹ سے ملاقات کے لئے بغداد سے لندن روانہ ہو گئے۔

مغربی محاذ پر امریکیوں کی پیشقدمی۔ اشتراکی فوجیں ٹائیگو سے صرف چھ میل رہ گئیں

کوریا کا محاذ جنگ ۴ ستمبر۔ آج کوریا کے سارے محاذوں پر گھمسان کی جنگ جاری رہی۔ امریکی فوجوں نے مغربی محاذ پر کچھ پیشقدمیاں کیں۔ لیکن دوسرے محاذوں پر شمالی کوریا کی فوجوں کو بھی مزید کامیابیاں ہوئیں اور انہوں نے پوہانگ کو پیچھے چھوڑ کر ریلوں اور سڑکوں کے ایک اور اہم مرکز پر قبضہ کر لیا ہے۔ آج امریکی بحری فوج کے کچھ دستے پوہانگ سان سے آگے وسطی محاذ پر اندر گھس گئے اور شمالی کوریا کی فوجوں کو معمولی معمولی جھڑپیں لینے کے بعد پسپا ہونا پڑا۔ ٹائیگو کے جنوب میں امریکی فوجوں نے نکٹانگ کے کنارے چند اور مورچوں کو پھر سنبھال لیا ہے۔ بالائی کناروں پر پہلے موٹر سوار دستے کو ۱۲ میل پر ایک گاؤں میں داخل ہونے دیکھا گیا۔ دوسری طرف اشتراکی فوجیں پوہانگ سان کر چند میل اندر جا کر ریلوں اور سڑکوں کے ایک اہم مرکز پر قابض ہو گئیں ہیں اور پوہانگ کی طرف پیشقدمی شروع کر دی ہے اور اب ٹائیگو سے صرف چھ میل رہ گئی ہیں۔ اس محاذ پر امریکی دستے کل دو میل اور پیچھے ہٹ گئے۔ ماسان کے مغرب میں شمالی کوریا کی فوجوں کو کسی قدر پسپا ہونا پڑا۔ لیکن پسپائی کے وقت انہوں نے چند امریکی دستوں کو گھیر لیا۔

دارالسلام ۴ ستمبر سے وارسا میں جو صلح کانفرنس ہو رہی ہے۔ اس نے مجلس اقوام متحدہ کو سفارش کی ہے کہ کوریا سے غیر ملکی فوجوں کو ہٹا لیا جائے۔ اس نے امریکی فوجوں کے اقدامات کے خلاف بھی احتجاج کیا ہے۔

پیکنگ ۴ ستمبر پیکنگ ریڈیو نے ہانگ کانگ کے برطانی حکام پر پھر الزام لگایا ہے کہ انہوں نے چینی علاقے میں دخل اندازی کی ہے۔ اس نو آبادی میں چینی اہم اداروں پر ناجائز پابندیاں عائد کی ہیں۔ اور چینی باشندوں کو طرح طرح کے مظالم کا شکار بنایا جا رہا ہے۔

واشنگٹن ۴ ستمبر امریکہ نے ہند چینی کو تیزی کے ساتھ اسلحہ پہنچانے کی مہم اور تیز کر دی ہے۔

سندھ پاکستان ریفیوجی کونسل کے فیصلے

کراچی ۴ ستمبر آج کراچی میں خان لیاقت وزیر اعظم پاکستان کی صدارت میں سندھ و پاکستان ریفیوجی کونسل نے گورنروں کی کانفرنس کے فیصلوں کی روشنی میں مہاجرین کی بحالی کے لئے بعض اہم فیصلے کئے۔ کانفرنس میں سندھ کے گورنر مسٹر دین محمد بھی شریک ہوئے۔

وزیر خارجہ پاکستان کا عزم برسیلز

ہیگ ۴ ستمبر۔ پاکستان کے وزیر خارجہ آنریبل چوہدری محمد ظفر اللہ خان تین دن کے سرکاری دورے پر ہیگ پہنچ چکے ہیں۔ آج آپ نے ہالینڈ کے وزیر خارجہ سے ملاقات کی۔ آپ کل مسٹرڈم جائینگے۔ جس کے بعد برسیلز کے لئے روانہ ہوں گے

پاکستان میں جاپان کی تجارتی ایجنسیاں

ٹوکیو ۴ ستمبر۔ جب سے جنرل میکارتھر نے جاپانی کمپنیوں کو دوسرے ملکوں میں اپنی شاخیں قائم کرنے کی اجازت دی ہے۔ پاکستان، بھارت اور جنوب مشرقی ایشیا میں ایسی ایجنسیوں کے قیام کے لئے درخواستیں موصول ہو رہی ہیں۔ (اسٹار)

روسی نمائندہ کی آسائش پرستی

نیویارک ۴ ستمبر۔ اقوام متحدہ میں روسی نمائندے مسٹر ملک یہاں ایسی آسائش اور پرتکلف طریق سے رہتے ہیں۔ کہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ان کے بال بچوں اور عملہ کی رہائش پر برطانی سفیر کے رہائشی اخراجات سے ۲۰ ہزار پاؤنڈ سالانہ زیادہ خرچ ہوتا ہوگا۔ (اسٹار)

فصل گندم کے متعلق آخری تخمینہ

لاہور ۴ ستمبر۔ پنجاب میں فصل گندم بابت سال ۱۹۵۰-۵۱ء کے آخری ضمنی اندازے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس فصل کے تحت کل رقبہ ستر لاکھ بائیس ہزار آٹھ سو ایکڑ ہے۔ جو پچھلے سال کے اصل رقبہ سے صفر عشاریہ چار فیصدی زیادہ ہے۔ پیداوار معمولی بڑھ کر ہے۔ کل پیداوار تیس لاکھ ستائیس ہزار سات سو ٹن ہے۔ جو بالفاظ دیگر سال گذشتہ کی اصل پیداوار سے دو فی صدی زیادہ ہے

(سرکاری اطلاع)

پنڈت نہرو کانگریس کی مجلس عاملہ سے مستعفی ہو جائینگے مسٹر ٹنڈن کی طرف سے معاہدہ دہلی کی پالیسی بدلوانے کے امکانات

نئی دہلی ۴ ستمبر۔ اب یہ خبر یہاں کے سیاسی حلقوں میں عام گشت لگا رہی ہے کہ چونکہ وزیر اعظم ہندوستان پنڈت نہرو کا امیدوار کانگریس کی صدارت کا منصب حاصل نہیں کر سکا۔ لہذا وہ کانگریس کی مجلس عاملہ سے مستعفی ہو جائیں گے۔ جہاں تک نئے صدر کی شخصیت کا تعلق ہے عام قیاس بھی کیا جاتا ہے کہ ان کے عزائم اور ان کے نظریات کانگریس کی بنیادی پالیسی میں تبدیلی ضروری آئیں گے۔ گو صدارت کے لئے تین امیدوار تھے لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ مقابلہ دراصل دو امیدواروں کے درمیان تھا۔ ایک مسٹر ٹنڈن جنہیں ڈپٹی وزیر اعظم مسٹر پٹیل کی پشت پناہی حاصل تھی اور دوسرے مسٹر کرپلانی جن کو پنڈت نہرو کی اخلاقی حمایت حاصل تھی اس نئے انتخابات کا کچھ اور اثر بھی ہو تو یہ ضرور قیاس ہوتا ہے۔ کہ کانگریس کی ساری تنظیم اب دو شخصوں کے ہاتھ میں آ جائے گی۔ مسٹر ٹنڈن ۸۰ سال کے ہیں۔ وہ ۱۰۰ فی صدی ہندو تمدن کی چلتی پھرتی مثال ہیں۔ ان کا تعلق راشٹریہ سیوک سنگھ ایسی متعصب اور فرقہ پسند تنظیم سے رہا ہے۔ کوئی ایک ماہ گذرا انہوں نے دونوں بنگالوں میں تبادلہ آبادی کی تحریک کی حمایت کی تھی۔ ایسے آدمی کے نظریات اگر وہ ان پر قائم رہا تو یقیناً معاہدہ دہلی پر بھی اثر انداز ہوں گے کانگریس ہندوستان میں ایک غیر مذہبی حکومت کے قیام کا فیصلہ کر چکی ہے اور دہلی کا معاہدہ اسی پالیسی کا ایک پہلو ہے۔ لیکن مسٹر ٹنڈن معاہدے کے سخت خلاف ہیں۔ گویا بلا واسطہ یہی پالیسی کے بھی اور اگر انہوں نے اس کو نئے سرے سے اٹھانا غیر سیاسی بھی جانا۔ تو بھی کانگریس تنظیم میں اختلاف پڑ جائیگا کہا جاتا ہے کہ مسٹر پٹیل کی مسٹر ٹنڈن کی پشت پناہی کا مقصد صرف یہ ہے کہ کانگریس کو ان فرقہ پرست جماعتوں کی بھی حمایت حاصل ہو جائے۔ تاکہ آئندہ انتخابات میں ہندو مہاسبھا کا اثر زائل کیا جا سکے لیکن اگر یہ محض انتخابی سٹنٹ ہے تو اس کے مشکوک فائدے کے لئے کوئی نہ کوئی وجہ جواز ہو سکتی ہے

(پاکستان ٹائمز)

کراچی: ۴ ستمبر۔ دادو دھی کے حلقے کے لئے چھ امیدواروں کے کاغذات منظور ہو گئے ہیں۔ انتخابات ۲۸ ستمبر کو عمل میں آئیں گے

ایڈیٹر:- روشن دین تنویر بی اے ایل ایل بی

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے کواپریٹو کیپیٹل پرنٹنگ پریس وطن بلڈنگ لاہور میں طبع کرا کر نمبر ۳ میکلیگن روڈ لاہور سے شائع کیا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خطبہ جمعہ نمبر ۳۰

سچائی کی اہمیت کو سمجھو اور کسی موقعہ پر بھی اس سے منحرف نہ ہو

ہمیشہ اس بات پر غور کرتے رہو کہ احمدیت کے نور سے تم نے کیا فائدہ اٹھایا

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

فرمودہ ۱۸ اگست ۱۹۵۰ء بمقام ناصر آباد (سندھ)

مرتبہ مکرم مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل

(حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے اس خطبہ سے پہلے کے ابھی بہت سے خطبے چھپنے باقی ہیں جو انشاء اللہ بعد میں شائع کر دیئے جائیں گے ۔ (ادارہ)

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

گو کوئٹہ سے یہاں آنے کے بعد آہستہ آہستہ

درد دل کو افاقہ

ہو رہا ہے ۔ لیکن ابھی میں زیادہ دیر تک کھڑا نہیں ہو سکتا ۔ کچھ چل سکتا ہوں ۔ لیکن کھڑے ہوتے وقت گھٹنے بوجھ برداشت نہیں کرتے اس لئے ابھی مجبوراً مجھے بیٹھ کر خطبہ دینا پڑتا ہے ۔

میں جماعت کو دیر سے توجہ دلا رہا ہوں کہ ہر جماعت اپنے ساتھ کچھ خصوصیتیں رکھتی ہے ۔ جب تک وہ خصوصیتیں اس جماعت کے لوگ اپنے اندر پیدا نہ کریں وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے ۔ جہاں تک

دلیل اور عقل کا سوال

ہے وہ خدا مہیا کرتا ہے ۔ قرآن کریم میں ساری عقل کی باتیں موجود ہیں ۔ اور قرآن کریم میں ساری دلیلیں موجود ہیں ۔ لیکن باوجود اس کے کہ قرآن کریم میں ساری عقل کی باتیں موجود ہیں ۔ اور باوجود اس کے کہ قرآن کریم میں ساری دلیلیں موجود ہیں ۔ پھر بھی قرآن کریم کو دنیا کے اکثر لوگ نہیں مانتے ۔ عیسائیوں اور یہودیوں اور بدھوں اور ہندوؤں اور دوسرے غیر مذاہب کے لوگوں کو اگر اکٹھا کیا جائے ۔ تو وہ مسلمانوں کی تعداد سے کئی گنے زیادہ ہیں ۔ حالانکہ اگر یہودی کتب یا عیسائی کتب یا ہندوؤں کی کتب یا زرتشتی کتب یا کنفیوشس کی کتب یا بدھوں کی کتب کو جمع کیا جائے ۔ اور ان کی معقولیت کو دیکھا جائے تو ان میں معقولیت بہت ہی کم رہ گئی ہے ۔ اور دلیل کا تو حصہ ان میں ہے ہی نہیں ۔ لیکن لوگ ان بے دلیل باتوں کو ماننے کے لئے تیار ہو جائیں گے ۔ ان غیر معقول باتوں کو ماننے کے لئے تیار ہو جائیں گے ۔ اور قرآن کریم کی معقول اور با دلیل باتوں کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں گے ۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں

خالی دلیل اور معقولیت

کام نہیں دیتی ۔ بلکہ اس کے ساتھ کسی اور چیز کی بھی ضرورت ہوتی ہے ۔ ایک شخص ہمارے پاس آتا ہے اس نے لنگوٹی باندھی ہوئی ہوتی ہے ۔ اس کے سر پہ پھٹی پرانی پگڑی ہوتی ہے ۔ اس کے شملہ میں بیسیوں شگاف ہوتے ہیں ۔ اور اس کے سر پر جو پگڑی کا حصہ بندھا ہوا ہوتا ہے اس میں بھی کئی جگہ سوراخ نظر آ رہے ہوتے ہیں ۔ لیکن وہ بڑے مدلل طریق سے یہ ثابت کرنا چاہتا ہے ۔ کہ کیمیا ایک یقینی مسئلہ ہے اور سونا بنایا جا سکتا ہے ۔ کچھ بے وقوف تو اسے ایسے ضرور مل جائیں گے ۔ جو نہ اس کی لنگوٹی دیکھیں گے نہ اس کی پھٹی پرانی پگڑی دیکھیں گے اور گھر سے سونا لا کر اس کے حوالے کر دیں گے کہ اسے کئی گنے کر دیا جائے ۔ لیکن اکثر حصہ شہر کا ایسا ہوتا ہے جو ہنس پڑتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر تمہیں کیمیا کا علم آتا ہے تو تم نے لنگوٹی کیوں باندھ رکھی ہے ۔ تمہارے سر پر یہ پھٹی پرانی پگڑی کیوں ہے ۔ ہمیں

کیمیا نہیں آتی

لیکن ہم نے تہہ بند پہنا ہوا ہے یا پاجامہ یا سلوار پہنی ہوئی ہے ۔ اور ہمارے سر پر تمہاری پگڑی سے کئی درجے بہتر پگڑی موجود ہے ۔ ایسی صورت میں ہم تمہاری دلیلوں کو کیا کریں ۔ دلائل پیش کرتے وقت تو وہ لوگ بعض دفعہ ایسی ایسی دلیلیں دیتے ہیں کہ معمولی علم رکھنے والا انسان حیران رہ جاتا ہے ۔ انہیں سائنس کے جدید نظریات کا بھی کچھ علم ہوتا ہے ۔ وہ اخبارات اور رسالوں وغیرہ کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں ۔ اور جب گفتگو کا موقعہ آئے وہ بڑے زور سے بیان کرتے ہیں کہ جرمن کے فلاں سائنس دان نے سونا بنانے کا دعوےٰ کیا ہے ۔ تم پہلے ان باتوں کو سن کر ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ سونا نہیں بن سکتا ۔ لیکن اب ایک سائنس دان نے سونا بنا کر دکھا دیا ہے ۔

پھر وہ اپنی تائید میں ایٹم بم کو پیش کرتے ہیں

ایٹم بم کی ساری تھیوری

ہی اس بات پر ہے کہ ایک قسم کے جوہر کو دوسرے جوہر میں تبدیل کیا جا سکتا ہے ۔ اور جب جوہر تبدیل کیا جا سکتا ہے ۔ تو تانبا یا چاندی کو بھی سونے میں تبدیل کیا جا سکتا ہے ۔ غرض ان کی دلیلیں بڑی معقول ہوتی ہیں ۔ وہ کہتے ہیں تم ہم سے کیا پوچھتے ہو سائنس دانوں سے پوچھو ۔ کہ کیا یہ بات دنیا میں ثابت ہو گئی ہے یا نہیں کہ ایک دھات کو دوسری دھات میں تبدیل کیا جا سکتا ہے اور کیا یہ درست نہیں کہ ایک جرمن سائنس دان نے گورنمنٹ کی لیبارٹری میں سونا بنا لیا ہے ۔ اور چونکہ یہ باتیں درست ہوتی ہیں ۔ اس لئے بہت سے بے وقوف یہ سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ شاید وہ بھی سونا بنانا جانتے ہیں ۔ حالانکہ

اصل سوال

یہ نہیں کہ سونا بن سکتا ہے یا نہیں ۔ بلکہ ہمارا جس چیز سے واسطہ ہے وہ یہ ہے کہ وہ شخص جو ہمارے سامنے کیمیا گری کا دعوےٰ پیش کر رہا ہے وہ خود سونا بنا سکتا ہے یا نہیں آخر وہ جو ہمارے پاس آیا ہے تو ہمارا پروفیسر بنکر نہیں آیا ۔ بلکہ ہمیں اپنے علم و فن کا نمونہ دکھانے آیا ہے ۔ اور اس کا ثبوت یہی ہو سکتا ہے کہ خود اس کی حالت اچھی ہو ۔ مگر اس کا سارا زور اسی بات پر رہتا ہے کہ سونا بن سکتا ہے ۔ اور آخر میں وہ دوسروں کا زیور اڑا کر اپنے گھر کی طرف چل پڑتا ہے ۔ اس کی دلیلیں ویسی ہی ہوتی ہیں جیسے

کہتے ہیں

کہ کوئی شخص جنگل باہر جا رہا تھا کہ راستہ میں زور سے ایک بگولہ اٹھا ۔ جس نے اسے

اڑا کر باغ میں پھینک دیا۔ کچھ دیر کے بعد وہ اس باغ سے نکلا تو اس نے اپنے سر پر انگوروں کا ایک ٹوکرا اٹھایا ہوا تھا جسے لے کر وہ اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔ راستہ میں اسے باغ کا مالک مل گیا۔ باغ کے مالک نے جو دیکھا کہ وہ انگوروں کا ٹوکرا اپنے سر پر اٹھائے ہوئے گھر کی طرف جا رہا ہے تو وہ سمجھ گیا کہ یہ چوری کے انگور ہیں کیونکہ وہاں اور کوئی باغ تھا ہی نہیں اس نے فوراً اسے روک لیا اور کہا تم میرے باغ سے یہ انگور چرا کر کیوں لے جا رہے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ آپ ناراض نہ ہوں پہلے میری بات سن لیں اور پھر جو چاہیں کہیں۔ اس نے کہا بہت اچھا پہلے اپنی بات سنا لو۔ وہ کہنے لگا بات یہ ہے کہ میں سڑک پہ جا رہا تھا کہ ایک بگولا اٹھا اور اس نے مجھے اڑا کر آپ کے باغ میں پھینک دیا۔ بتائیے کیا اس میں میرا کوئی قصور ہے؟ اس نے کہا ہرگز نہیں۔ کہنے لگا پھر میں آپ کے باغ میں ہی کھڑا تھا کہ ایک دوسرا بگولا آیا اور میں پھر اڑنے لگا۔ ایسی حالت میں لازماً انسان اپنی جان بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا ہے میں نے بھی اِدھر اُدھر ہاتھ مارے تو اتفاقاً جہاں میں آکر رکا اور جہاں میرے ہاتھ لگے وہاں

انگوروں کے خوشے

تھے۔ اِدھر ہاتھ مارتا تو اِدھر کے انگور گر جاتے اور اُدھر ہاتھ مارتا تو اُدھر کے انگور گر جاتے۔ بتائیے کیا اس میں میرا کوئی قصور ہے؟ باغ کے مالک نے جواب دیا کہ ہرگز نہیں۔ اس نے کہا اب آگے سنئے جب انگور گرے تو اتفاقاً نیچے ایک ٹوکرا پڑا ہوا تھا سارے انگور اس میں اکٹھے ہو گئے اور وہ بھر گیا۔ بتائیے میرا اس میں کوئی قصور ہے؟ باغ کے مالک نے کہا یہ تو ساری باتیں ٹھیک ہیں۔ میں نے مان لیا کہ بگولا آیا اور اس نے اٹھا کر تمہیں میرے باغ میں پھینک دیا میں نے یہ بھی مان لیا کہ تم نے اپنے بچاؤ کے لئے ہاتھ پاؤں مارے تو انگور گر گئے۔ میں نے یہ بھی مان لیا کہ اس وقت نیچے ٹوکرا پڑا تھا جس میں انگور جمع ہوتے گئے مگر تم

مجھے یہ بتاؤ

کہ تمہیں یہ کس نے کہا تھا کہ انگوروں کا ٹوکرا اٹھا کر گھر کی طرف چل پڑو۔ وہ کہنے لگا بس یہی بات میں بھی سوچتا چلا آ رہا تھا کہ یہ بات کیا ہوئی کہ انگور کسی کے۔ ٹوکرا کسی کا اور میں اسے اٹھا کر اپنے گھر کی طرف جا رہا ہوں۔ یہی سوال ہمارا کیمیاگر سے ہوتا ہے کہ ہماری تو یہ بحث ہی نہیں کہ سونا بن سکتا ہے یا نہیں۔ سوال یہ ہے کہ تمہیں سونا بنانا آتا ہے یا نہیں؟ مگر تمہاری یہ حالت ہے کہ تم نے خود لنگوٹی باندھی ہوئی ہے اور ہمارا گھر سونے کا بنانے آ گئے ہو تو حقیقت یہ ہے کہ کسی کا کوئی دلیل پیش کر دینا اپنے اندر کوئی وزن نہیں رکھتا جب تک وہ دلیل عملی طور پر اس شخص یا گروہ یا جماعت پر چسپاں نہ ہوتی ہو۔ یہ تو

ہر مذہبی انسان

کہتا ہے کہ مذہب خدا تعالےٰ کی طرف سے آیا کرتا ہے۔ ہندو بھی یہی کہتے ہیں۔ عیسائی بھی یہی کہتے ہیں۔ زرتشتی بھی یہی کہتے ہیں۔ یہودی بھی یہی کہتے ہیں۔ کنفیوشس کے پیرو بھی یہی کہتے ہیں۔ اور مسلمان بھی یہی کہتے ہیں۔ اب خالی یہ کہہ دینے سے کہ مذہب خدا تعالےٰ کی طرف سے آیا کرتا ہے یہ کس طرح ثابت ہو گیا کہ کہنے والے کا اپنا مذہب بھی خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ اگر کسی ہندو یا بدھ سے یہ پوچھا جائے کہ مذہب خدا تعالےٰ کی طرف سے آتا ہے یا نہیں اور وہ کہہ دے کہ مذہب ہمیشہ خدا تعالےٰ کی طرف سے آتا ہے۔ تو کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ دیکھو اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ ہمارا مذہب سچا ہے۔ وہ کہے گا میں تو یہ مانتا ہوں کہ مذہب خدا تعالےٰ کی طرف سے آتا ہے مگر اس سے یہ کیونکر نتیجہ نکل آیا کہ تمہارا مذہب سچا ہے تو محض کسی بات کا معقول ہونا یا محض کسی بات کا مدلّل ہونا کافی نہیں ہوتا بلکہ

دیکھنے والی بات

یہ ہوتی ہے کہ وہ مدلّل اور معقول بات کہنے والے پر بھی چسپاں ہوتی ہے یا نہیں۔ مثلاً ایک عیسائی ہم سے پوچھتا ہے کہ دین نے تمہیں کیا فائدہ دیا۔ تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کا معقول جواب دیں اور بتائیں کہ ہمیں دین پر عمل کرنے سے یہ فوائد پہنچتے ہیں۔ دین کا فائدہ لازماً یا تو دنیا سے تعلق رکھتا ہوگا یا روحانیت سے تعلق رکھتا ہوگا اگر کہو کہ دین پر عمل کرنے سے ہم نے دنیا کا فلاں فلاں فائدہ حاصل کیا ہے تو وہ کہے گا کہ تم نے تو لنگوٹی باندھی ہوئی ہے اور میں اعلےٰ درجہ کا لباس رکھتا ہوں۔ تم کچے مکانوں میں رہتے ہو اور میں مضبوط کوٹھیوں میں رہتا ہوں۔ دشمن کے اس اعتراض سے بچنے کے لئے تم یہ کہا کرتے ہو کہ دین کا فائدہ روحانیت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ وہ

روحانیت کیا چیز ہے؟

اور آیا وہ ہم میں پائی بھی جاتی ہے یا نہیں؟ اگر کہو کہ دین کے نتیجہ میں جنت ملتی ہے تو وہ کہے گا کہ یہ تو میرا بھی اعتقاد ہے کہ مجھے جنت ملے گی۔ تم یہ بتاؤ کہ تمہیں دین سے حاضر فائدہ کیا حاصل ہوا؟ اگر کہو کہ ہم نمازیں پڑھتے ہیں تو وہ کہے گا کہ نمازیں میں بھی پڑھتا ہوں۔ اگر تم کہو کہ ہم روزے رکھتے ہیں تو وہ کہے گا کہ میں بھی روزے رکھتا ہوں اور واقعہ یہ ہے کہ اس قسم کی عبادات تمام مذاہب میں پائی جاتی ہیں۔ ہندوؤں میں بھی ہیں۔ یہودیوں میں بھی ہیں۔ عیسائیوں میں بھی ہیں۔ زرتشتیوں میں بھی ہیں۔ پھر تمہارا کیا حق ہے کہ تم کہو کہ ہماری نماز اچھی ہے اور تمہاری نماز اچھی نہیں اور اگر تم دلیل سے ثابت بھی کر دو کہ ہماری نماز اچھی ہے تو وہ کہے گا کہ اصل چیز تو نتیجہ ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ تمہیں ان نمازوں سے حاصل کیا ہوا۔ مثلاً اگر تم ثابت کر دو کہ

زمین کے اندر

فلاں فلاں کیمیکلز پائے جاتے ہیں جن کے نتیجہ میں شکر پیدا ہوتی ہے۔ اور پھر کیونکر اس سے یہ نتیجہ نکل آیا کہ سرکنڈا میٹھا ہوتا ہے تو گو یہ بات درست ہوگی کہ زمین میں بعض کیمیاوی چیزیں پائی جاتی ہیں اور یہ بات بھی درست ہوگی کہ انہی کے نتیجہ میں شکر پیدا ہوتی ہے اور پھر یہ بات بھی درست ہوگی کہ یہ شکر کسی نہ کسی پودے میں جائے گی۔ مگر تم یہ بتاؤ کہ آیا سننے والا سرکنڈے کو چوسے گا یا نہیں کہ کیا وہ فی الواقع میٹھا ہے یا مجھے دھوکا دیا گیا ہے جب وہ سرکنڈا چوسے گا تو اس میں اسے کوئی مٹھاس نظر نہیں آئے گی۔ لیکن جب وہ گنّا چوسے گا تو اس میں اسے یقینی طور پر مٹھاس محسوس ہوگی اب جہاں تک

سائنس کا تعلق

ہے یہ بات درست ہے کہ زمین میں بعض کیمیاوی مادے پائے جاتے ہیں۔ یہ بات بھی صحیح ہوگی کہ جس چیز میں وہ کیمیاوی مادے چلے جائیں وہ میٹھی ہو جاتی ہے مگر یہ بات غلط ہوگی کہ سرکنڈا میٹھا ہوتا ہے۔ کیونکہ سرکنڈے نے وہ مادہ نہیں چوسا صرف گنّے نے چوسا ہے۔ اسی طرح خواہ ہم دلائل کے زور سے یہ ثابت کرتے چلے جائیں کہ اسلام اپنے اندر فلاں فلاں خوبیاں رکھتا ہے پھر بھی یہ سوال قابل حل رہ جائے گا کہ اسلام پر عمل کرکے ہم نے کیا پایا؟

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک دفعہ مولوی برہان الدین صاحب قادیان آئے۔ مولوی صاحب اہلحدیث کے بڑے لیڈر تھے۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد قوم نے ان کو چھوڑ دیا اور وہ غربت میں زندگی بسر کرنے لگے۔ ان کا طریقہ تصوّف کا سا تھا۔ کمائی بھی نہیں کیا کرتے تھے۔ لوگوں کو قرآن وغیرہ پڑھا دیتے تھے جس پر کسی نے کچھ دے دیا اور کسی نے کچھ بھی نہ دیا۔ لیکن اپنے زمانہ میں وہ اہلحدیث کے لیڈر تھے اور ہزاروں ہزار لوگ ان کے متبع تھے۔ بعد میں ان کے ماننے والوں میں سے ہزاروں احمدی بھی ہوئے

اہلحدیث فرقہ

کے لوگوں میں باتیں زیادہ ہوتی ہیں اور روحانیت کم ہوتی ہے۔ وہ دین کے صرف ظاہری تتبّع کو کافی سمجھتے ہیں اور اس کا مغز حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ ٹخنوں سے پاجامہ ذرا نیچا ہوا تو اعتراض کر دیا۔ یا ہاتھ سینہ پر نہ باندھے اور آمین نہ کہنے پر جھگڑنے لگ گئے اسی طرح شریعت کے ظاہر پر وہ خوب عمل کریں گے لیکن روحانیت کا خانہ ہمیشہ خالی رہے گا اور قلب کی اصلاح کی طرف توجہ نہیں کریں گے۔ صوفیا اس کے بالکل الٹ چلتے ہیں وہ قلب قلب کہتے رہتے ہیں اور ظاہر کو بیکار قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ جس طرح خالی برتن ایک بےکار چیز ہے اسی طرح دودھ بھی بغیر برتن کے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ جس طرح وہ شخص غلطی پر ہے جو خالی برتن کو کافی سمجھتا ہے۔ اسی طرح وہ شخص بھی غلطی پر ہے جو دودھ کے لئے برتن ضروری نہیں سمجھتا۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ

روحانیت ہی اصل چیز

ہے جسمانیت کی طرف کوئی توجہ نہیں رکھنی چاہیئے وہ بھی غلطی پر ہیں اور جو روحانیت سے غافل ہیں اور جسمانیت پر ہی زور دیتے چلے جاتے ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں۔ بہرحال جس قوم سے ان کا تعلق تھا وہ صرف ظاہری باتوں کی طرف توجہ رکھتی تھی۔ جب وہ احمدی ہوئے تو انہوں نے یہ باتیں سننی شروع کیں کہ اسلام پر عمل کرنے سے خدا تعالےٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ انسان اس کے کلام اور الہام سے حصّہ پاتا ہے۔ اس کی محبت اور پیار کے نشانات مشاہدہ کرتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ احمدی ہوئے وہ بھی یہی باتیں کرتے کہ احمدی ہو کر ہم نے خدا تعالےٰ کا یہ نشان دیکھا ہے۔ ہم نے اس اس طرح اس کے انعامات سے حصّہ پایا ہے۔ اور یہ باتیں ان کے لئے بالکل نئی تھیں۔ ایک دن

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجلس میں

انہی امور پر گفتگو فرما رہے تھے کہ باتیں سنتے سنتے مولوی برہان الدین صاحب رو پڑے۔ ان کی طبیعت بے تکلف تھی۔ اس لئے جس طرح بچہ چیخیں مارتا ہے وہ بھی بے تحاشا چیخیں مار کر رونے لگ گئے۔ اب ساری مجلس حیران تھی کہ ان کو کیا ہو گیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی پوچھا کہ مولوی صاحب کیا ہوا؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سمجھا کہ شاید کسی قریبی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عزیز کے مرنے کی انہیں خبر آئی ہے جس کو یہ برداشت نہیں کر سکے۔ آخر کئی منٹ کے بعد ان کے جذبات قابو میں آئے اور وہ کہنے لگے حضور میں یہاں آتا ہوں تو کچھ لوگ سناتے ہیں کہ حضور کی بیعت کے بعد ہم ان پر یہ فضل نازل ہوئے۔ اس طرح انہیں

اللہ تعالےٰ کا قرب

حاصل ہوا۔ اس طرح اس کے نشانات کو انہوں نے دیکھا۔ اس اس طرح انہوں نے اللہ تعالےٰ کا کلام سنا۔ اور پھر آپ کی مجلس میں آتا ہوں تو آپ بھی یہی بتاتے ہیں کہ جب انسان اللہ تعالےٰ کی محبت میں ترقی کر جاتا ہے تو خدا تعالےٰ اس سے یوں باتیں کرتا ہے۔ اس اس طرح اس کی تائید میں اپنے نشانات ظاہر کرتا ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ باوجود اس کے کہ میں نے آپ کی بیعت کی ہوئی ہے ابھی میرے اندر کوئی تغیر پیدا نہیں ہوا۔ وہ ٹھیٹھ پنجابی میں گفتگو کیا کرتے تھے۔ گفتگو کرتے کرتے مولوی صاحب کہنے لگے حضور اتنی مدت میری بیعت پر گذر چکی ہے۔ مگر میں تو دیکھتا ہوں کہ میں پھر بھی

جھنڈو دا جھنڈو

ہی رہا۔ یعنی میں پھر بھی بیکار وجود ہی رہا اور مجھے کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعد میں انہوں نے روحانیت میں ترقی کر لی مگر چونکہ اہلحدیث ہونے کی وجہ سے ابتداء میں ان کی زبان میں جسکہ کی عادی تھی اس لئے کچھ مدت تک احمدیت میں بھی انہوں نے زبان کا چسکہ ہی لیا۔ مگر چونکہ دل میں ایمان تھا اس لئے وہ اپنی اس حالت پر گھبرائے اور انہوں نے نہایت درد کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہا کہ حضور آپ آئے اور آپ کی آمد سے ہزاروں لوگوں نے فائدہ اٹھایا اور وہ خدا تعالےٰ کے قرب میں بڑھ گئے۔ مگر میں تو دیکھتا ہوں کہ اتنے بڑے انعام کے باوجود میں پھر بھی جھنڈو دا جھنڈو ہی رہا اور میرے اندر کوئی تغیر پیدا نہ ہو سکا۔

حقیقت یہ ہے

کہ یہ سوال ایک اہم ترین سوال ہے اور ہمیں ہمیشہ اس بات پر غور کرتے رہنا چاہیئے کہ احمدیت کے ذریعہ خدا تعالےٰ کا ایک نور تو نازل ہوا مگر ہم نے اس نور سے کیا فائدہ اٹھایا ہے۔ مثلاً پانچ سات موٹی موٹی چیزیں ایسی ہیں جن کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ وہ اخلاق کے لئے مثال کے طور پر کام دیتی ہیں۔ اور ہمارا فرض ہے کہ ہم ان باتوں کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ ان میں سے ایک چیز جو درحقیقت مومن کا ایک نشان ہے وہ

سچائی

ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت کے لوگ اس کی اہمیت کو پوری طرح نہیں سمجھتے۔ بات کہیں گے تو خواہ جہالت سے سہی۔ غفلت اور نادانی سے سہی ان کی بات سولہ آنے سچی نہیں ہوتی۔ کچھ نہ کچھ جھوٹ اس بات کو خوبصورت بنانے کے لئے اس میں ضرور ملا دیتے ہیں۔ خدا تعالےٰ کے نشانات بیان کرنے لگیں گے تو مبالغہ کر دیں گے۔ جماعت کی تعداد بیان کرنے لگیں گے تو مبالغہ کر دیں گے۔ اپنی مظلومیت کا ذکر کرنے لگیں گے تو مبالغہ کر دیں گے۔ مثلاً کسی نے دس تھپڑ مارے ہوں تو بارہ ضرور کہیں گے۔ حالانکہ کسی کا ظلم ثابت کرنے کے لئے دس یا بارہ تھپڑوں کا کیا ذکر ہے اگر کسی نے ناواجب طور پر ایک تھپڑ بھی مارا ہو تو اس کا ظلم ثابت ہے۔ مگر اتنی بات سے ان کی تسلی نہیں ہوتی اور وہ مبالغہ سے کام لینے لگ جاتے ہیں یا کہیں گے کہ فلاں نے تو مار مار کر ادھ موا کر دیا ہے۔ اور اس طرح بڑھا کر بات کرنے کی کوشش کریں گے۔

مجھے یاد ہے

جب میں حج کے لئے گیا تو چونکہ اس وقت میری عمر چھوٹی تھی حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ نے یہ پسند فرمایا کہ عبدالمحی صاحب عرب بھی میرے ساتھ ہوں۔ آپ کا منشاء تھا کہ میں مصر میں رہ کر عربی علوم کی تکمیل کروں۔ مگر یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا۔ عبدالمحی صاحب عرب عراق کے رہنے والے تھے اور وہ شیعوں میں سے احمدی ہوئے تھے۔ اور شیعوں میں مبالغہ سنیوں سے کچھ زیادہ ہی ہوتا ہے ہم جدہ میں سیٹھ ابوبکر صاحب کے ہاں رہا کرتے تھے۔ وہاں ایک دن کوئی عرب تاجر ملنے کے لئے آیا اور عبدالمحی صاحب عرب نے اسے تبلیغ شروع کی۔ ایک بڑا سا ہال کمرہ تھا جس کے ایک طاقچہ میں میں بیٹھا ہوا تھا اور دوسرے طاقچہ میں عبدالمحی صاحب عرب (ان کی دیواروں میں بڑے بڑے محراب بنے ہوئے ہوتے ہیں جن میں لوگ بیٹھتے ہیں) اسے تبلیغ کر رہے تھے۔ میں کسی کتاب کے پڑھنے میں مشغول تھا کہ یکدم میں نے محسوس کیا کہ جیسے کسی اہم معاملہ پر انسان کو جوش آ جاتا ہے اور اس کی روح میں ایک

اشتعال کی سی کیفیت

پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی قسم کی کیفیت عبدالمحی صاحب عرب کی ہے اور میں نے دیکھا کہ وہ عرب تاجر جسے وہ تبلیغ کر رہے تھے سخت سہما ہوا ان کے سامنے بیٹھا ہے اور اس کے منہ پر ہوائیاں اڑ رہی ہیں۔ بات یہ ہوئی کہ عبدالمحی صاحب عرب اسے لیکھرام کا واقعہ سنا رہے تھے اور سنا اس طرح رہے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لیکھرام کے قتل کے لئے ایک خاص سال اور تاریخ مقرر کر دی تھی اور بتا دیا تھا کہ فلاں سال۔ فلاں مہینہ میں فلاں تاریخ کو ٹھیک اتنے بجے یہ شخص مارا جائے گا اور دنیا کی کوئی طاقت اسے بچا نہیں سکے گی۔ چونکہ تمام آریوں کو اس پیشگوئی کا علم تھا۔ اس لئے جب وہ دن آیا تو لیکھرام کے مکان کے اردگرد پولیس نے گھیرا ڈال لیا اور گھر کے اندر لوگوں کی آمد و رفت بند کر دی۔ بلکہ سیڑھیوں میں بھی پولیس کھڑی کر دی گئی اور

لیکھرام سے

انہوں نے کہہ دیا کہ تم کمرہ میں زنجیر لگا کر بیٹھ رہو تاکہ کوئی شخص تم پر حملہ نہ کر سکے لیکن جب وہ وقت آیا جس کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خبر دی تھی اور جب آریہ خوش تھے کہ اب یہ پیشگوئی جھوٹی نکلے گی۔ جب مکان کے چاروں طرف پولیس کا محاصرہ تھا سیڑھیوں میں بھی پولیس بیٹھی ہوئی تھی اور لیکھرام کنڈا لگا کر کمرہ کے اندر چھپا ہوا تھا۔ اور اس کے قتل کا کوئی امکان نہیں تھا۔ یکدم چھت پھٹی اور ایک فرشتہ تلوار لے کر اترا اور اس نے لیکھرام کو قتل کر دیا۔ یہ قصہ انہوں نے الف لیلہ کے انداز میں اس طرح سجا سجا کر بیان کیا کہ جب وہ اس کے آخری حصہ پر پہنچے کہ باوجود اتنے سخت انتظامات کے چھت پھٹی اور ایک فرشتہ تلوار لے کر اترا اور اس نے لیکھرام کا پیٹ چاک کر دیا تو یکدم وہ عرب چونک اٹھا اور اس

واقعہ کی ہیبت

سے متاثر ہو کر اس کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں اور وہ اس طرح سہم گیا کہ گویا اگر اس نے انکار کیا تو فرشتہ ابھی اتر کر اس کے پیٹ میں بھی خنجر مار دے گا۔ میں نے جب یہ باتیں سنیں تو انہیں کہا عبدالمحی! تبلیغ میں بھی تم جھوٹ بولتے ہو۔ وہ کہنے لگے۔ کیا پیشگوئی نہیں تھی۔ میں نے کہا پیشگوئی تو تھی مگر سوال یہ ہے کہ خدا نے کہا تھا یہ شخص چھ سال میں مارا جائے گا اور تم کہتے ہو انہوں نے ایک خاص سال اور خاص مہینہ اور خاص دن مقرر کر دیا تھا۔ پھر جو واقعات ہیں وہ تو یہ ہیں کہ ایک شخص لیکھرام کے پاس گیا۔ دروازے کھلے تھے اس کے بیوی بچے بھی موجود تھے کہ اس نے خنجر مارا اور غائب ہو گیا۔ بے شک فرشتہ کا لفظ استعمال کیا گیا تھا۔ مگر فرشتے کے یہ معنے تھے کہ جیسے فرشتہ پکڑا نہیں جاتا اسی طرح وہ پکڑا نہیں جائے گا۔ پھر میں نے کہا کہ تم کہتے ہو کہ چھت پھٹی اور فرشتہ اترا حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے اسی طرح تم کہتے ہو کہ باہر

پولیس کا پہرہ

تھا یہ بھی جھوٹ ہے۔ وہ کہنے لگا جب ... پتہ لگا ہوگا کہ اس طرح پیشگوئی کی گئی ... تو کیا انہوں نے پہرے مقرر نہیں کئے ہوں گے۔ میں نے کہا "ہوں گے" کا کیا سوال ہے۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ ہوا کیا تھا۔ غرض تبلیغ میں بھی بعض دفعہ جھوٹ بولا جاتا ہے۔ اسی طرح جماعت کی تعداد بتانی ہو تو کہیں گے ہماری تعداد دس لاکھ یا بارہ لاکھ ہے یا پندرہ لاکھ ہے۔ جب لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں تو میں کہا کرتا ہوں کہ مجھے تو پتہ نہیں شاید انہوں نے مردم شماری کروائی ہوئی ہو۔ حالانکہ دس کیا اور دس لاکھ کیا اصل چیز جو دیکھنے والی ہے وہ تو یہ ہے کہ آیا جماعت میں سچائی پائی جاتی ہے یا نہیں یا احمدیت

سچی تعلیم

پیش کرنے والا ... چھوٹی۔ اگر ہم دس آدمی ہوں اور خدا تعالےٰ ہماری تائید کر رہا ہو تو یہی ہماری صداقت کی دلیل ہے۔ دس لاکھ ہونے سے کونسی زائد بات ثابت ہو سکتی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم تھوڑے ہوں اور پھر بھی سارے جہان میں تبلیغ اسلام کر رہے ہوں تو یہ ہماری صداقت کی ایک اور بھی واضح دلیل بن جائے گی۔ فرض کرو ہم بیس ہزار ہیں مگر ہمارے چار پانچ مشن

امریکہ میں

ہیں۔ دس بیس ویسٹ افریقہ میں ہیں۔ پانچ سات ایسٹ افریقہ میں ہیں۔ اسی طرح شام میں ہمارا مشن کھلا ہوا ہے۔ لبنان میں ہمارا مشن کھلا ہوا ہے۔ ماریشس میں ہمارا مشن کھلا ہوا تھا اب پھر وہاں مبلغ جا رہا ہے۔ ملایا میں ہمارا مشن کھلا ہوا ہے۔ انڈونیشیا میں ہمارا مشن کھلا ہوا ہے

انگلستان میں

ہمارا مشن کھلا ہوا ہے۔ سوئٹزرلینڈ میں ہمارا مشن کھلا ہوا ہے۔ فرانس میں ہمارا مشن کھلا ہوا ہے سپین میں ہمارا مشن کھلا ہوا ہے۔ تو یہ بہت بڑا معجزہ ہوگا کہ اتنی قلیل تعداد کے ہوتے ہوئے ہم نے اتنے مشن کھول رکھے ہیں۔ لیکن جتنے آدمی زیادہ ہوتے چلے جائیں اتنا ہی معجزہ چھوٹا ہوتا چلا جائے گا۔ مسلمانوں کو ہی دیکھ لو وہ چالیس پچاس کروڑ ہیں۔ مگر چالیس پچاس کروڑ ہونے سے ان کی عزت میں کونسا اضافہ ہوا ہے۔ اس کے مقابلے میں ہم بہت ہی تھوڑے ہیں مگر چونکہ ہم کام کر رہے ہیں اس لئے اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہمارا رعب ہے۔ غرض ہماری جماعت کے اندر دیکھا ... یہ

ایک نقص

پایا جاتا ہے کہ وہ پوری سچائی سے

کام نہیں لیتے بلکہ باتوں میں مبالغہ سے کام لینے لگ جاتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُن کی تبلیغ میں سستی آجاتی ہے رہتے ہیں مکڑی جالا تنتی ہے۔ اور پھر آپ ہی اُس میں پھنس جاتی ہے۔ اسی طرح ہماری جماعت کے بعض افراد بھی پہلے تو جھوٹ بول کر کہیں گے۔ کہ ہماری تعداد ۱۵ لاکھ ہے۔ اور پھر یہ اندازہ لگانے بیٹھ جائیں گے۔ کہ اگر دو روپے بھی فی آدمی چندہ دے۔ تو تیس ۳۰ لاکھ روپیہ آجاتا ہے۔ ایسی صورت میں ایک میرے چندہ نہ دینے سے کیا نقصان ہو سکتا ہے۔ گویا پہلے خود ہی ایک جھوٹ بولا۔ اور پھر خود ہی نفس کو اجازت دے دی کہ اب میرے چندہ نہ دینے سے کوئی نقصان نہیں۔ اور اس طرح اپنی ساری ذمہ داریوں کو ختم کر لیا۔

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ

کا طریق تھا۔ کہ جب آپ بیمار ہوتے۔ اور لوگوں کا جمگھٹا برداشت نہ کر سکتے۔ تو بعض دفعہ جب آپ اپنی طبیعت میں ضعف محسوس کرتے مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے فرمایا کرتے تھے۔ کہ میری طبیعت اچھی نہیں۔ آپ لوگ اب تشریف لے جائیں۔ اس پر مجلس میں اگر مثال کے طور پر چالیس آدمی ہوتے تو دس اُٹھ کر چلے جاتے اور تیس پھر بھی بیٹھے رہتے۔ آپ تھوڑی دیر کے بعد پھر فرماتے کہ میری طبیعت زیادہ خراب ہے۔ دوست اب تشریف لے جائیں۔ اس پر دس اور آدمی اُٹھ کھڑے ہوتے۔ اور چلے جاتے۔ پھر کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد آپ فرماتے اب بہت ضعف ہو رہا ہے میں بیٹھ نہیں سکتا دوست اب چلے جائیں اس پر دس اور چلے جاتے۔ مگر دس آدمی پھر بھی بیٹھے رہتے۔ آخر خلیفہ اول رضی اللہ عنہ فرماتے۔ کہ اب نمبردار بھی چلے جائیں۔ تو کچھ لوگ اپنے آپ کو نمبردار فرض کر لیا کرتے ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں۔ کہ دوسروں کے لئے اور حکم ہے اور ہمارے لئے اور حکم ہے۔ جب لوگ

جماعت کی تعداد

کے بیان کرنے میں مبالغہ سے کام لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہماری تعداد ۱۵ لاکھ ہے یا بیس لاکھ ہے۔ تو کچھ لوگ نمبردار بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ جب اتنے لوگ چندہ دے رہے ہیں۔ تو ہمارے چندہ نہ دینے سے کیا نقصان ہو سکتا ہے۔ غرض کہیں چندوں میں کمی آنی شروع ہو جاتی ہے۔ کیونکہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ پندرہ لاکھ آدمی چندہ دے رہا ہے۔ کہیں تبلیغ میں سستی آجاتی ہے۔ کیونکہ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ پندرہ لاکھ آدمی تبلیغ کر رہا ہے۔ اور اس طرح جماعت کا ایک بڑا حصہ اپنے آپ کو بری الذمہ قرار دینے لگ جاتا ہے۔ اور یہ سارا نتیجہ جھوٹ کا ہوتا ہے۔ حالانکہ سچی بات تو یہ ہے۔ کہ گو ہم نے کبھی مردم شماری نہیں کرائی۔ لیکن ہمارے اندازہ میں جماعت کی تعداد دو لاکھ کے قریب ہے۔ اس سے زیادہ ہمیں نظر نہیں آتی۔ ممکن ہے کہ اگر باہر کی جماعتوں کو ملا لیا جائے۔ تو یہ تعداد

تین لاکھ تک

پہنچ جائے۔ مگر اس سے اوپر جانے کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ وہ چار لاکھ ہے۔ لیکن اب تو مبالغہ کرتے کرتے جماعت کے بعض لوگ جب اپنی تعداد بتاتے ہیں۔ تو پچیس لاکھ تک بتا دیتے ہیں کچھ عرصہ ہوا۔ ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ جماعت کی تعداد کتنی ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ میرے اندازہ میں پاکستان، ہندوستان میں دو لاکھ کے قریب ہے۔ اُس نے کہا کہ فلاں مبلغ نے تو مجھے ۲۵ لاکھ تعداد بتائی تھی۔ میں نے اُس مبلغ کو چٹھی لکھی کہ تم نے کب جماعت کی مردم شماری کروائی تھی؟ اور اگر کروائی تھی۔ تو پھر تم نے مجھے کیوں نہ اطلاع دی کہ جماعت کی تعداد ۲۵ لاکھ ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ آج سے پچیس سال پہلے یہ کہا جاتا تھا۔ کہ ہماری تعداد دس لاکھ ہے۔ کیا اس عرصہ میں اتنی بھی تعداد نہ بڑھی ہوگی۔ کہ جماعت دس لاکھ سے پچیس لاکھ تک ہو گئی ہو۔ گویا چونکہ آج سے پچیس سال پہلے ایک غلطی ہو گئی تھی۔ اس لئے یہ فرض کر لیا گیا۔ کہ اب جماعت پچیس ۲۵ لاکھ تک پہنچ گئی ہوگی۔ یا یوں کہہ لو کہ انہوں نے خیال کیا کہ اگر سچ ترقی کرتا ہے۔ تو جھوٹ کیوں نہ ترقی کرے۔ اسے بھی ترقی دینے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ میں نے اس مبلغ کو لکھا یہ تو بالکل جھوٹ ہے۔ اگر دوسرے لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ تو ان کو دیکھ کر ایک مبلغ کو تو جھوٹ نہیں بولنا چاہیئے۔

واقعہ یہ ہے

کہ جو طاقت سچائی کو حاصل ہوتی ہے۔ وہ کسی اور چیز کو حاصل نہیں ہوتی۔ ہمارا فرض ہے کہ یا تو ہم یہ کہیں کہ ہمیں جماعت کی تعداد کا صحیح علم نہیں۔ اور یا وہ تعداد بتائیں۔ جو ہمارے اندازہ کے قریب قریب ہو۔ میں نے بتایا ہے کہ میرا اندازہ ۲ لاکھ کے قریب ہے۔ اب اگر یہ اندازہ درست ہے اور جماعت کی تعداد دو لاکھ ہی ہے۔ تو اس تعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے میرے دل میں جو درد پیدا ہوگا۔ وہ پچیس لاکھ کی تعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہ تعداد تو اتنی بڑی ہے کہ اگر ہماری جماعت واقعہ میں پچیس لاکھ تک پہنچ جائے تو

بہت بڑا انقلاب

پیدا کر دے۔ ۲۵ لاکھ کے یہ معنی ہیں کہ ہماری تعداد سکھوں سے نصف ہو جائے۔ مگر چونکہ ہمارے اندر ان سے بہت زیادہ تنظیم پائی جاتی ہے۔ اس لئے لازماً اگر ہماری جماعت پچیس ۲۵ لاکھ تک پہنچ جائے تو ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ کچھ کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ جو سکھ پچاس لاکھ ہونے کے باوجود نہیں کر سکے۔ مگر اب چونکہ جھوٹ بولا جاتا ہے کہ ہماری تعداد پچیس لاکھ ہے۔ اس لئے بجائے کوئی فائدہ ہونے کے دو نقائص پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ کہنے والا تبلیغ چھوڑ دیتا ہے۔ کیونکہ وہ خیال کرتا ہے۔ کہ پچیس لاکھ آدمی تبلیغ کر رہا ہے۔ اگر میں نے تبلیغ نہ کی تو کیا ہوا۔

دوسرا نقص

یہ پیدا ہو جاتا ہے کہ ایسا شخص چندہ میں سست ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ خیال کرتا ہے۔ کہ پچیس لاکھ آدمی چندہ دے رہا ہے۔ اگر میں نے چندہ نہ دیا تو کیا ہوا۔ اسی طرح اور کئی قسم کے نقائص پیدا ہو جاتے ہیں۔ جن سے اُس کا ایمان بھی کمزور ہو جاتا ہے۔ اور اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔ پس آپ لوگوں کو ہمیشہ اپنی باتوں میں سچائی اختیار کرنی چاہیئے۔ اور جھوٹ کے قریب بھی نہیں جانا چاہیئے۔

میں سمجھتا ہوں کہ جھوٹ ایک ایسی چیز ہے کہ اگر میرا کوئی عزیز یا دوست اس کا ارتکاب کرتا ہو تو ناممکن ہے کہ مجھے اس کا علم نہ ہو کیونکہ

جھوٹ بولنے والا

کسی ایک بات میں جھوٹ نہیں بولتا بلکہ کئی باتوں میں جھوٹ بولتا ہے۔ اور کئی واقعات ایسے ہوتے ہیں جن سے انسان یہ اندازہ لگا لیتا ہے۔ کہ اُسے جھوٹ کی عادت ہے۔ اگر تمام لوگ یہ عہد کر لیں کہ انہیں جب بھی کسی دوست یا عزیز کا جھوٹ معلوم ہوگا۔ تو وہ اسے فوراً چھوڑ دیں گے۔ اور ہماری جماعت کے تمام دوست اس احساس کو ہمیشہ زندہ رکھیں۔ اور جھوٹ سے ایسی نفرت اختیار کریں کہ انہیں اپنے کسی گہرے دوست کی محبت کی اُس کے مقابلہ میں ذرا بھی پرواہ نہ ہو۔ تو میں سمجھتا ہوں۔ کہ آہستہ آہستہ پانچ سات سال کے اندر اندر یہ عیب ہماری جماعت میں سے مٹ سکتا ہے جس طرح ایک کوڑھی کو تندرستوں سے الگ کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح جھوٹے شخص کو فوراً الگ کر دینا چاہیئے۔ اور اس وقت تک اُس کا ساتھ نہیں دینا چاہیئے۔ جب تک وہ توبہ نہ کرے اور اپنی عادت کی اصلاح نہ کرے۔ دوسرے شخص کو

جھوٹ پر دلیری

اسی لئے پیدا ہوتی ہے۔ کہ وہ سمجھتا ہے میرا دوست میرا ساتھ دے گا۔ لیکن اگر اُسے معلوم ہو کہ میں نے جھوٹ بولا تو میرا دوست مجھ سے الگ ہو جائے گا۔ یا وہ مجھے ملامت کرے گا۔ تو وہ یقیناً جھوٹ سے بچنے کی کوشش کرے گا۔

ہماری

جماعت کے ایک مخلص دوست

تھے جو شہید ہو چکے ہیں۔ اُن کی شہادت بھی محض احمدیت کی وجہ سے ہوئی تھی۔ ہندوستان کے ایک بڑے آدمی جو اُن کے ہم جماعت اور ہم ملک بھی تھے اُن کو گورنمنٹ نے کسی اہم کام کے لئے اپنا نمائندہ بنا کر یورپ بھجوایا۔ چونکہ ان کے ہمارے احمدی دوست کے ساتھ گہرے تعلقات تھے۔ اس لئے اُنہوں نے کہا کہ اگر تم نے یورپ کی سیر کرنی ہو۔ تو میرے ساتھ چل پڑو۔ میں تمہیں اپنا سیکرٹری بنا لیتا ہوں۔ ہمارے احمدی دوست نے اُن کی بات مان لی۔ اور وہ اُنہیں اپنا سیکرٹری بنا کر ساتھ لے گئے۔ انگریزوں میں یہ رواج ہے کہ رات کا کھانا کھانے کے بعد وہ بڑی بے تکلفی کے ساتھ دیر تک باتیں کرتے رہتے ہیں۔ اور یوں بھی وہ کھانا کھاتے وقت باتیں زیادہ کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح کھانا اچھا ہضم ہوتا ہے۔ رات کے کھانے کے بعد وہ عموماً ایک دوسرے کو ایسے قصے سناتے ہیں۔ جو عجیب رنگ کے سمجھے جائیں۔ جہاز میں جب دو چار دن گذر گئے۔ اور یہ روز انگریزوں کے قصے سنتے رہے۔ تو ان کے جو ہندوستانی لیڈر تھے اُنہیں بھی جوش آگیا۔ اور ایک رات اُنہوں نے بھی اپنا ایک واقعہ سنانا شروع کر دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ اتفاقاً اس واقعہ کے وقت میں بھی موجود تھا اور میں جانتا تھا کہ وہ ایک معمولی سا واقعہ ہے مگر اُنہوں نے اُسے

ایسے رنگ میں

بیان کرنا شروع کیا جس میں بہت زیادہ مبالغہ پایا جاتا تھا۔ پہلے تو میں سمجھا کہ شاید یہ کوئی اور واقعہ بیان کر رہے ہیں۔ مگر جب وہ آدھا سنا چکے تو مجھے یقین آگیا کہ یہ تو وہی واقعہ ہے۔ مگر یہ اُسے اور رنگ میں بیان کر رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے اُنہیں کہا کہ صاحب معلوم ہوتا ہے۔ یہ واقعہ آپ کو بھول گیا ہے۔ اُس وقت میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ یہ واقعہ اُس طرح نہیں ہوا جس طرح آپ ذکر فرما رہے ہیں۔ بلکہ اس طرح ہوا ہے۔ اور وہ واقعہ بہت معمولی سا تھا۔ مگر اُن کی گفتگو کی غرض تو یہ تھی۔ کہ وہ کوئی عجوبہ بیان کریں۔ اور

ولادت:- مورخہ ۱۳ اگست کی شب کو برادرم قریشی عبدالرشید صاحب وکیل المال ثانی ربوہ کے ہاں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پہلا فرزند تولد ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ احباب نومولود کی درازیٔ عمر اور خادم دین بننے کے لئے دعا فرمائیں۔ (خورشید احمد)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

الحسن کے لئے وہ خوب رنگ آمیزی کے ساتھ بات کر رہے تھے۔ جب ہمارے احمدی دوست نے انہیں ٹوکا اور بتایا کہ واقعہ تو یوں ہوا تھا۔ تو وہ کہنے لگے۔ لو ہو۔ مجھے یاد نہیں رہا تھا۔ مجھ سے

غلطی ہوگئی

ہے۔ اور وہ بات کو دبا گئے۔ چار پانچ دن کے بعد پھر انہوں نے کوئی اور واقعہ اسی طرح مبالغہ کے ساتھ بیان کرنا شروع کیا۔ مگر بدقسمتی سے اُس واقعہ کے وقت بھی ہمارے احمدی دوست موجود تھے۔ اور وہ جانتے تھے کہ یہ ایک معمولی سا واقعہ تھا۔ اس میں کوئی معیوب بات نہ تھی۔ چنانچہ جب وہ واقعہ کے نصف تک پہنچے۔ تو وہ کہنے لگے۔ میں نے اسی خیال سے کہ معلوم ہوتا ہے۔ اصل واقعہ انہیں یاد نہیں رہا۔ انہیں کہا۔ کہ آپ یہ واقعہ بھول گئے ہیں۔ میں بھی اس وقت آپ کے ساتھ تھا۔ اور میں جانتا ہوں کہ یہ واقعہ اس طرح نہیں ہؤا۔ جس طرح آپ بیان کر رہے ہیں۔ بلکہ اِس اِس طرح ہؤا ہے۔ اس پر وہ پھر کہنے لگے۔ ہاں ہاں مجھے یاد آگیا۔ دراصل یہ میری غلطی ہے۔ مجھے اصل واقعہ یاد نہیں رہا تھا۔ اس طرح وہ بات کو پھر دبا گئے۔ لیکن جب ہم کھانے کے کمرہ سے باہر نکل کر واپس جا رہے تھے۔ تو راستہ میں انہوں نے میری گردن پکڑ لی۔ اور مجھے مخاطب کر کے کہنے لگے۔ ارے خلانے کیا جھوٹ بولنا تیرا اور تیرے

باپ کا حق

ہے۔ میرا حق نہیں۔ میں نے کہا۔ معاف کیجئے۔ میں سمجھتا تھا۔ کہ آپ بھول گئے ہیں۔ اگر مجھے پتہ ہوتا کہ آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔ تو میں آپ کو کبھی نہ روکتا۔ اب وہ بے چارہ تو جھوٹ بول کر مجلس کو خوش کرنا چاہتا تھا۔ مگر ہمارے احمدی دوست نے اس کا لطیفہ ہی خراب کر دیا۔ اور جو حقیقت تھی وہ واضح کر دی۔ تو جھوٹ اپنے دوست سے چھپ نہیں سکتا۔ اگر دوسرے کے جھوٹ پر پردہ ڈالنے کی بجائے اس کو ظاہر کیا جائے۔ اور جھوٹ بولنے والے کے خلاف نفرت اور حقارت کا اظہار کیا جائے۔ تو اس نقص کی خود بخود اصلاح ہو جائے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ جھوٹ کی برائی کو سمجھا نہیں جاتا۔ اور بعض دفعہ

پارٹی بازی کے شوق میں

ایسے لوگوں کو پریذیڈنٹ اور سیکرٹری بنا دیا جاتا ہے۔ جو سچائی کے پورے پابند نہیں ہوتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ماتحتوں میں بھی جھوٹ بولنے کی عادت آجاتی ہے۔ لارڈ کرزن نے اپنے زمانہ میں ایک دفعہ کہیں تقریر کرتے ہوئے کہہ دیا کہ ہندوستانی

بڑا جھوٹا ہوتا ہے۔ اب یہ بات واقعہ میں درست تھی۔ عدالت میں ایک انگریز بھی جاتا ہے۔ اور ہندوستانی بھی۔ اور دونوں اپنے مقصد کے حصول کے لئے جھوٹ بولتے ہیں۔ مگر ہندوستانی جھوٹ بولے گا۔ تو پیٹ بھر کر بولے گا۔ اور انگریز بولے گا تو نہایت بچ بچ کر بولے گا۔ بہرحال جب لارڈ کرزن نے یہ بات کہی۔ تو ہندوستانیوں کو طبعاً بہت بری لگی۔ چنانچہ اس وقت ایک شاعر نے اس پر ایک رباعی کہی۔ جس کا آخری مصرعہ یہ تھا کہ

ہم جھوٹے ہیں ہم تو آپ ہیں جھوٹوں کے بادشاہ

جھوٹوں کے بادشاہ کے یہ معنی بھی ہو سکتے تھے۔ کہ آپ بڑے جھوٹے ہیں اور یہ بھی ہو سکتے تھے۔ کہ اگر ہم جھوٹے ہیں۔ تو آپ پھر جھوٹوں کے بادشاہ ہوئے۔ اسی طرح جب کسی ایسے شخص کو

صدر اور سیکرٹری

بنا دیا جائے۔ جو خود جھوٹ بولنے والا ہو۔ تو وہ کسی دوسرے کا جھوٹ کیوں پکڑے گا۔ بلکہ وہ کسی دوسرے کو جھوٹ بولنے پر پکڑ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ وہ ڈرتا ہے۔ کہ اگر میں نے کسی کو پکڑا تو وہ میرے جھوٹوں کو ظاہر کر دیگا۔ یہ ایک بہت بڑا نقص ہے۔ جس کی ہماری جماعت کو اصلاح کرنی چاہیئے۔ اور جماعت کا ادنیٰ سے ادنیٰ عہدہ اور کام بھی کسی ایسے شخص کے سپرد کبھی نہیں کرنا چاہیئے۔ جو غلط بیانی کا ارتکاب کرتا ہو۔ ہمارے پاس جھگڑے آتے ہیں۔ تو بعض دفعہ دونوں فریق کے بیانات میں اتنا تضاد ہوتا ہے۔ کہ حیرت آتی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ

غیر احمدیوں کے مقابلہ میں

ہماری جماعت میں بہت زیادہ سچ پایا جاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی غیر احمدی کسی کھیت میں کھڑا ہو۔ اور اس کے سامنے کسی شخص نے دوسرے کو قتل کر دیا ہو۔ تو ہو سکتا ہے۔ کہ عدالت میں آکر وہ کہہ دے کہ میں تو اس کھیت میں گیا ہی نہیں تھا۔ اور اس طرح جھوٹ بول جائے۔ مگر اتنا کھلا اور واضح جھوٹ میں نے کسی احمدی کو آج تک بولتے نہیں دیکھا۔ وہ سچ کے ماحول میں جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا ہے۔ مثلاً کسی نے اس کو تھپڑ مارے ہوں۔ تو یہ کہہ دے گا۔ کہ اس نے مار مار کر بھرکس نکال دیا۔ اس سے ہم اتنا سمجھ جاتے ہیں۔ کہ اس نے مارا ضرور ہے۔ اگر بھرکس نہیں نکالا تو ایک دو تھپڑ ضرور مارے ہوں گے۔ یا مثلاً کسی شخص نے دوسرے کو روپیہ دیا ہے۔ اور وہ واپس نہیں کرتا۔ اب اگر غیر احمدی اس میں ایک فریق ہو۔ تو وہ کہہ دیگا۔ کہ مجھے کسی نے کوئی روپیہ دیا ہی نہیں۔ اور اس طرح روپیہ لینے سے

کلی طور پر انکار کر جائیگا۔ لیکن ایک احمدی جھوٹ بولنے والا ایسا نہیں کرے گا۔ ان کا آپس میں یہ جھگڑا ہوگا۔ کہ ایک کہے گا میں نے اسے بیس روپے واپس کئے تھے۔ اور دوسرا کہے گا۔ اس نے بیس روپے واپس نہیں کئے۔ بلکہ پانچ روپے واپس کئے ہیں۔ یا سمجھوتہ کوئی اور ہؤا تھا۔ مگر عمل کسی اور طرح ہؤا ہے۔ بہرحال ایک احمدی جھوٹے کے بیانات میں واقعہ کا بیج ضرور نظر آجائیگا۔ وہ درخت کی ٹہنیاں بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ پتے بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ پتوں کی دھاریاں بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن وہ بیج کو نہیں چھپاتا۔ اس کے مقابلہ میں ایک غیر احمدی جھوٹ بولنے والے کے بیان میں واقعہ کا بیج بھی نظر نہیں آتا۔ یہ ایک

بہت بڑا فرق

ہے۔ جو ہماری جماعت کے افراد اور دوسرے لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ مگر احمدیت تو خدا تعالےٰ کا قائم کردہ سلسلہ ہے۔ اس میں جھوٹ کی ایک شاخ اور ایک پتہ بنانا بھی ناجائز ہے۔ بلکہ پتہ تو الگ رہا۔ وہ باریک باریک تاریں اور دھاریاں جو پتوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک تار یا ایک دھاری بنانا بھی جائز نہیں اور مومن کا فرض ہے کہ خواہ جان چلی جائے۔ وہ جھوٹ کے قریب نہ جائے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

کے زمانہ میں ایک شخص کہیں باہر سے مدینہ آیا اور لڑائی میں اس سے ایک آدمی مارا گیا۔ مقدمہ عدالت میں گیا۔ اور اس نے اقرار کیا کہ بات ٹھیک ہے۔ واقعہ میں مجھ سے قتل ہؤا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا۔ کہ قتل کے بدلہ میں اسے قتل کیا جائے۔ چونکہ وہ باہر کا آدمی تھا۔ اور مدینہ اپنے کسی کام کے سلسلہ میں آیا ہؤا تھا۔ کہ فساد ہوگیا۔ اور اس سے ایک شخص مارا گیا۔ اس لئے جب اس کے قتل کا فیصلہ ہؤا۔ تو اس نے کہا میری ایک عرض ہے۔ اور وہ یہ کہ میری قوم مجھ پر بڑا اعتبار کرتی ہے۔ میں یہاں تجارت کے لئے آیا تھا۔ اور مجھے پتہ نہیں تھا کہ مجھ سے یہ واقعہ سرزد ہو جائیگا۔ میرے پاس اپنی قوم کے یتامیٰ اور بیوگان کی بہت سی امانتیں پڑی ہوئی ہیں۔ اور وہ میں نے زمین میں دبا رکھی ہیں۔ اگر میں یہیں رہا۔ تو وہ امانتیں ضائع ہو جائیں گی۔ اور یتامیٰ اور بیوگان کو سخت نقصان پہنچے گا۔ میری درخواست یہ ہے۔ کہ آپ مجھے اتنی اجازت دے دیں۔ کہ میں واپس جا کر امانتیں ان کے مالکوں کے سپرد کر سکوں۔ اس کے بعد میں اپنی سزا کے لئے یہاں حاضر ہو جاؤں گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا۔ کہ تمہاری ضمانت کون دیگا۔ تم بدوی آدمی ہو۔ ہمیں کیا پتہ کہ تم واپس بھی آؤ گے یا نہیں۔ جب تک تم ضمانت نہ دو۔ تمہیں واپس جانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ اس نے کہا میں تو

مسافر ہوں۔ اور میری یہاں کوئی واقفیت نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ضامن تو بہرحال دینا پڑیگا۔ اس کے بغیر تمہاری واپسی کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا اور ایک صحابیؓ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ کہ یہ میرے ضامن ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس

صحابیؓ سے پوچھا

کہ کیا آپ ضمانت دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ ہاں میں اس کا ضامن ہوں۔ آپ نے اسے چھٹی دے دی۔ اور وہ چلا گیا۔ جب وہ آخری دن آیا۔ جس میں اسے واپس پہنچ جانا چاہیئے تھا۔ تو تمام لوگ اس کا انتظار کرنے لگے۔ مدعی جن کا رشتہ دار مارا گیا تھا۔ وہ بھی موجود تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضؓ بھی موجود تھے۔ اور سب اس کا انتظار کر رہے تھے۔ مگر وقت گذرتا گیا۔ اور اس کا کہیں پتہ نہ چلا۔ یہاں تک کہ انتظار کرتے کرتے عصر کا وقت آگیا۔ لوگ گھبرائے اور انہوں نے اس صحابی سے پوچھا۔ کہ کیا آپ کو کچھ پتہ ہے۔ کہ وہ کون تھا۔ جس کی آپ نے ضمانت دی ہے۔ انہوں نے کہا۔ میں تو اسے نہیں جانتا۔ وہ کہنے لگے کہ یہ

عجیب بات ہے

اگر آپ اسے جانتے نہیں تھے۔ تو آپ نے اس کی ضمانت کیوں دی تھی۔ انہوں نے کہا۔ میں اسے جانتا تو نہیں مگر میں نے ضمانت اس لئے دی۔ کہ اس نے سارے آدمیوں کو دیکھ کر صرف میری طرف ہی اشارہ کیا تھا۔ اور کہا تھا کہ

یہ میرے ضامن ہیں

جس شخص نے مجھ پر اتنی حسن ظنی کی۔ میں اس کی اس حسن ظنی کو کس طرح ضائع کر سکتا تھا۔ جب اس نے تمام لوگوں پر نظر ڈال کر صرف میرا ہی انتخاب کیا۔ اور میرے متعلق اپنے اس

یقین کا اظہار

کیا کہ میں اس کی ضمانت دے دوں گا۔ تو میں یہ بے حیائی کس طرح کر سکتا تھا۔ کہ اس کی ضمانت نہ دیتا۔ اب صحابہ رضؓ کو اور فکر ہؤا۔ کہ اگر وہ نہ آیا۔ تو یہ

مخلص صحابیؓ

اس کے بدلہ میں مارے جائیں گے اسی فکر میں اور پریشانی کی حالت میں سب لوگ کھڑے تھے۔ کہ جب دھوپ کا رنگ زرد ہوگیا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور سورج غروب ہونے کا وقت آیا۔ تو لوگوں نے دیکھا کہ دور سے غبار اُڑتا نظر آرہا ہے۔ سب کی نظریں اُس کی طرف جم گئیں۔ اور انتظار کرنے لگے۔ کہ دیکھیں یہ آنے والا کون شخص ہے۔ جب وہ قریب پہنچا تو وہ وہی شخص تھا جس کے

قتل کا فیصلہ

ہوا تھا۔ وہ اس تیزی کے ساتھ اپنی سواری کو دوڑاتا ہوا پہنچا۔ کہ جب عین اُس مقام پر آیا جہاں اُس کا انتظار کیا جارہا تھا۔ تو اُس کا گھوڑا دوڑانے کی شدت کی وجہ سے زمین پر گر گیا اب لوگوں کو اور زیادہ حیرت ہوئی۔ کہ یہ عجیب انسان ہے۔ اس کا کسی کو علم ہی نہیں تھا۔ کہ کہاں کا رہنے والا ہے۔ مگر پھر بھی اپنے قتل کے لئے حاضر ہو گیا۔ حالانکہ اگر وہ نہ آتا تب بھی کوئی اُسے گرفتار نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ کسی نے اُس سے کہا۔ کہ تیرا تو کسی کو پتہ نہیں تھا کہ تو کہاں کا رہنے والا ہے۔ کیا تیرے دل میں یہ خیال نہ آیا۔ کہ میں اس وقت نہ جاؤں۔ اور قتل سے محفوظ رہوں۔ اُس نے کہا۔ کیا میں ایسا بے ایمان ہو سکتا تھا۔ کہ اپنے ضامن کو مروا دیتا اور خود بچ جاتا۔ میں نے ایک اجنبی شخص کی طرف دیکھا اور کہا کہ یہ

میرا ضامن

ہوگا۔ اس پر اُس نے بغیر اس کے کہ وہ مجھے جانتا میری ضمانت دے دی۔ حالانکہ وہ خوب سمجھتا تھا کہ اگر میں وقت پر نہ آیا۔ تو میری جگہ اُسے پھانسی دے دی جائے گی۔ جب اُس نے مجھ پر یہ احسان کیا۔ تو میں ایسا کمینہ نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ اپنی جان بچا لیتا اور اُس کو قتل کروا دیتا۔ پھر اُس نے کہا۔ مجھے یہاں آنے میں اس لئے دیر ہو گئی کہ امانتیں نکالنے اور اُن کے واپس کرنے میں زیادہ وقت صرف ہو گیا۔ مگر جونہی میں اس کام سے فارغ ہوا۔ میں نے اپنی سواری لی۔ اور اسے اس تیزی کے ساتھ دوڑاتے ہوئے یہاں پہنچا اب میں موجود ہوں جو فیصلہ ہے اُس کی تعمیل کی جائے۔ ان دونوں واقعات کا یعنی اُس صحابی رضی اللہ عنہ کا ضمانت پیش کرنا اور قاتل کا عین وقت پر حاضر ہو جانا اُن لوگوں پر جن کا آدمی مارا گیا تھا۔ اتنا

گہرا اثر

ہوا۔ کہ وہ اُنہوں نے کھڑے ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم اس کا خون معاف کرتے ہیں اور اسلام میں یہ جائز ہے۔ کہ مقتول کے رشتہ دار اگر چاہیں تو قاتل کو معاف کر دیں۔ اس صورت میں اُسے قتل کی سزا نہیں دی جا سکتی۔ بہرحال اس بات کو دیکھ کر کہ اگر یہ شخص نہ آتا۔ تو ایک صحابی مارا جاتا۔ اور اگر قتل کرنے والا شخص خود نہ آتا۔ تو اُس کو کوئی گرفتار نہ کر سکتا۔ مقتول کے رشتہ داروں پر اتنا اثر ہوا۔ کہ انہوں نے کہا کہ ہم ایسے شخص کو مروانا دنیا کا نقصان سمجھتے ہیں ہم اپنا خون اسے معاف کرتے ہیں۔ تو دیکھو سچائی طبائع پر کتنا گہرا اثر کرتی ہے۔ اور کس طرح وہ غیر معمولی نتائج پیدا کر دیا کرتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

ابتدائی زمانہ کا واقعہ

ہے آپ نے اپنا ایک مضمون اشاعت کے لئے پریس میں بھجوایا۔ اور مسودہ کے ساتھ ہی ایک خط بھی لکھ دیا۔ کہ اس مضمون کو اس اس طرح چھاپا جائے۔ اُس زمانہ میں کسی پیکٹ کے اندر خط بھجوانا ڈاکخانہ کے قواعد کے مطابق جرم سمجھا جاتا تھا۔ اور لکھنے والے کو قید کی سزا بھی ملا کرتی تھی۔ وہ مضمون جس شخص کو بھجوایا گیا تھا۔ وہ عیسائی تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عناد رکھتا تھا۔ جب اُسے مضمون پہنچا اور مضمون کے اندر ہی اُسنے خط لکھا ہوا دیکھا۔ تو اُس نے گورنمنٹ کو رپورٹ کی کہ اس اس طرح مجھے پارسل میں خط موصول ہوا ہے اور یہ قواعد کے مطابق جرم ہے۔ گورنمنٹ نے بھی اس کو اتنی اہمیت دی۔ کہ اس نے ایک انگریز بیرسٹر اپنی طرف سے پیروی کرنے کے لئے بھجوایا۔ اور اُس نے بڑے زور کے ساتھ یہ معاملہ پیش کیا۔ کہ ایسے شخص کو ضرور سزا ملنی چاہیئے۔ تاکہ باقی لوگ بھی ڈر کر اس قسم کا جرم کرنا چھوڑ دیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو وکیل تھے۔ انہوں نے آپ سے کہا کہ یہ تو بات ہی کچھ نہیں۔ اُس عیسائی نے خود آپ کے پارسل کو کھولا ہے۔ آپ کہہ دیں کہ میں نے پارسل میں کوئی خط نہیں ڈالا۔ بلکہ علیحدہ خط لکھا تھا۔ جسے اُس نے پارسل میں سے نکلا ہوا ظاہر کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے

خط ڈالا تھا

اُس نے کہا یہ سوال ہی نہیں کہ آپ نے خط ڈالا تھا یا نہیں۔ بلکہ سوال یہ ہے۔ کہ اس قسم کے بیان سے آپ چھٹتے ہیں۔ لیکن اگر آپ کہہ دیں۔ کہ میں نے خط نہیں ڈالا۔ تو اس کے پاس اس بات کو ثابت کرنے کی کوئی دلیل نہیں۔ کہ اس نے یہ خط پارسل میں سے نکالا ہے۔ اس لئے لازماً عدالت کو آپ کے حق میں فیصلہ کرنا پڑے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا یہ تو نہیں ہو سکتا۔ جب میں نے خود پارسل میں خط ڈالا ہے۔ تو میں یہ کیسے کہہ دوں۔ کہ میں نے خط نہیں ڈالا۔ چنانچہ آپ نے یہی بیان دیا کہ ہاں میں نے پارسل کے ساتھ ہی خط لکھ کر ڈال دیا تھا۔ کیونکہ یہ خط اسی مضمون کے ساتھ تعلق رکھتا تھا۔

سچائی آخر سچائی

ہوتی ہے۔ اور وہ اپنی ذات میں ایسی طاقت رکھتی ہے کہ دوسرے کا دل کانپ جاتا ہے۔ باوجود اس کے کہ سرکاری وکیل انگریزی تھا۔ مقدمہ بھی ایک انگریز کے پاس تھا۔ اور مقدمہ کرنے والی گورنمنٹ تھی۔ جب انگریز وکیل پندرہ بیس منٹ بڑے جوش سے تقریر کر لیتا کہ ملزم کو عبرتناک سزا دینی چاہیئے۔ تو مجسٹریٹ اپنا سر ہلا کر کہہ دیتا۔ کہ نہیں نہیں وہ پھر تقریر کرتا اور مجسٹریٹ پھر اپنا سر ہلا کر کہہ دیتا کہ نہیں نہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام انگریزی تو نہیں جانتے تھے۔ لیکن آپ فرماتے تھے کہ جب وہ نو نو NO. NO کہتا تو میں سمجھ جاتا کہ وہ وکیل کی تردید کر رہا ہے۔ آخر اس نے آپ کو

بری کر دیا

اور اپنے فیصلہ میں لکھا کہ یہ شخص اگر انکار کر دیتا اور کہہ دیتا کہ میں نے پارسل میں خط نہیں ڈالا تو میں اسے سزا نہیں دے سکتا تھا۔ مگر باوجود اس کے کہ انکار کرنا اس کے لئے آسان تھا پھر بھی اس نے سچ بولا اور بہادری کے ساتھ کہہ دیا۔ کہ میں نے واقعہ میں پارسل میں خط لکھ کر ڈالا ہے۔ جو شخص اتنی دلیری کے ساتھ سچ بولنے والا ہو۔ میں اسے سزا نہیں دے سکتا۔ تو سچائی اپنے اندر ایک بڑا رعب رکھتی ہے۔ ہماری جماعت کو چاہیئے کہ وہ ہمیشہ سچائی کی اہمیت کو سمجھے۔ اور کسی موقعہ پر بھی اس سے انحراف اختیار نہ کرے۔ اگر آپ لوگ سچائی پر مضبوطی سے قائم ہو جائیں گے۔ تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ ہزاروں ہزار آدمی جو ملانوں کے بہکانے کی وجہ سے آج ہماری جماعت کی مخالفت کر رہے ہیں۔ وہ آخر آپ کی گواہیوں پر ہی اعتبار کریں گے۔ اور آپ کی عظمت کا اقرار کریں گے۔ اور اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے تبلیغ کے بھی نئے سے نئے رستے کھل جائیں گے۔ (انشاء اللہ)

جماعتہائے احمدیہ سندھ توجہ فرمائیں

امراء جماعت پریذیڈنٹ و پراونشل سیکرٹری صاحبان جماعت ہائے احمدیہ صوبہ سندھ کا سالانہ اجلاس برائے تازہ انتخاب امیر پراونشل وجملہ پراونشل سیکرٹریان بتاریخ ۱۰ ستمبر ۱۹۵۰ء بروز اتوار بوقت ۸½ بجے صبح بمقام حیدرآباد سندھ بمکان "محسن فوٹو سٹوڈیو" متصل جلت ٹاکیز ریلوے روڈ منعقد ہوگا۔

مندرجہ بالا تمام عہدہ داران وقت مقررہ پر اس اجلاس میں شرکت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ رہائش اور دوپہر کے کھانے کا بندوبست بذمہ پراونشل انجمن ہذا ہوگا۔ خاکسار ڈاکٹر حاجی خان ریٹائرڈ سول

اہل اسلام کس طرح ترقی کر سکتے ہیں
کارڈ آنے پر
مفت
عبداللہ الہ دین سکندرآباد دکن

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قاعدہ یسرنا القرآن
مصنفہ حضرت پیر منظور محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
اور قرآن مجید بطرز یسرنا القرآن
ملنے کا پتہ: دفتر یسرنا القرآن ربوہ ضلع جھنگ
ہدیہ۔ قاعدہ مکمل دس آنے۔ پچاس یا زائد آٹھ آنے۔ حصہ اول چار آنے
قرآن مجید۔ بے جلد ساڑھے پانچ روپے۔ پانچ یا زائد پانچ روپے فی کاپی
مجلد سات روپے۔ پانچ یا زائد ساڑھے چھ روپے۔ پارہ جات اول تا دہم چار آنے فی پارہ۔ پارہ عم ۴/

اولاد نرینہ۔ اس کے استعمال سے لڑکا پیدا ہوتا ہے۔ قیمت تیس روپے ۳۰ دواخانہ نورالدین جودھامل بلڈنگ لاہور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل لاہور
۱۴ ستمبر ۱۹۵۰ء

توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر میکنند

ہم نے "الفضل" میں لکھا تھا کہ مودودی صاحب کی جماعت کے ترجمان "قاصد" اور "کوثر" باوجود بار بار توجہ دلانے کے خلاف اسلام احمدیوں کو مرزائی اور قادیانی لکھنے سے باز نہیں آتے۔ اس لئے ہم بھی محض ان کو سزا دینے کے لئے دو ہفتہ تک بکراہت "مودودیئے" لکھا کریں گے۔ اس پر معاصر کوثر نے جو اپنی "صالحیت" کا اظہار فرمایا۔ اس کا ذکر ہم الفضل میں کر چکے ہیں۔ ہم نے یہ بھی لکھا تھا کہ بعد میں ہم نے اس خیال سے کہ یہ صالحین لوگ جس طرح چاہیں اپنے اخلاق کا اظہار کریں ہمیں سزا کے لئے بھی اسلامی اصول کو چھوڑ کر الفضل کا معیار نہیں گرانا چاہیئے۔

اس پر مدیر کوثر نے پھر اپنی "صالحیت" کا اظہار مزید فرمایا ہے۔ اور یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے کہ ہم نے ان کی صالحیت سے ڈر کر اپنا ارادہ تبدیل کیا ہے۔

مدیر کوثر نے اپنے پہلے نسخہ میں فرمایا تھا کہ مرزائی اور قادیانی الفاظ کے ساتھ بڑے علمی حقائق و معارف وابستہ ہیں۔ ہم نے اس کا جواب یہ عرض کیا تھا کہ "مودودیئے" کے ساتھ بھی علمی حقائق و معارف وابستہ ہیں چنانچہ ہم نے اس کی مثالیں دی تھیں۔

اب مدیر کوثر اپنی سخن فہمی کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔ کہ گویا ہم نے یہ مثال بیان کر کے اپنے ارادہ کے خلاف کیا ہے۔ حالانکہ ہم نے صرف "قادیانی اور مرزائی" کے مقابلہ میں "مودودیئے" رکھ کر سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ علمی حقائق و معارف تو اس لفظ کے ساتھ بھی بہت سے وابستہ ہیں۔ مگر ہم اخلاقاً ایسا لقب استعمال کرنا نہیں چاہتے۔ یہ اسلامی اخلاق کے خلاف ہے ورنہ اس لفظ کے ساتھ بھی اس قسم کی بہت سی قابل باتیں چمٹی ہوئی ہیں۔ جو ان کے خیال میں مرزائی یا قادیانی کے ساتھ وابستہ ہیں۔

ظاہر ہے کہ ایک معمولی سمجھ کا انسان بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ یہ بطور مثال تھا نہ کہ ارادہ کی تبدیلی کی وجہ سے اس لئے تضاد کا تو کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ مگر آپ کو تو صالحانہ حسن کلام کی مشق کے لئے "بہانہ لبیار" کا وسیع میدان چاہیئے تھا۔ چنانچہ آپ نے پھر خوب داد "صالحیت" دی ہے جزاک اللہ

بات دراصل یہ ہے کہ جن لوگوں کو یہ صالح لوگ فساق و فجار لکھتے ہیں۔ وہ بھی تحریریں ان کو مودودیئے نہیں لکھتے۔ اسلام کا کم سے کم اتنا اثر ان پر بھی ہے۔ ہاں گفتگو میں وہ بھی انہیں "مودودیئے" ہی کہتے ہیں۔ امید ہے اس کا علم انہیں ضرور ہوگا۔ چنانچہ اسبات پر آفاق مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۵۰ء کا وہ مضمون بجا دہ پیما "۔ نے "گوشے" کے عنوان کے تحت لکھا ہے شاہد ہے۔ جس پر معاصر "قاصد" نے اپنی اشاعت ۵ ستمبر میں بہت سی بے نقط سنائی ہیں۔ اور حالانکہ آفاق کا طرز بیان ان صالحین کے طرز بیان سے بدرجہا "اسلامی" ہے۔ معاصر قاصد نے "آفاق" کی اس اشاعت کو "گالی نمبر" کا خطاب دیا ہے۔ سوال ہے کہ اگر محض اس مضمون کی وجہ سے "آفاق" کا یہ پرچہ گالی نمبر کہلا سکتا ہے۔ تو کوثر "تسنیم" اور "قاصد" کا ہر پرچہ بدرجہ اولیٰ گالی نمبر کہلانے کا مستحق کیوں نہیں؟ کیا معاصر قاصد نے اپنے "تکلف بر طرف" اور کوثر کے "سیر و سفر" کبھی نہیں پڑھے۔؟

اگر یہ صالحین ہمیں معاف فرمائیں تو ہم ان کی خدمت میں عرض کریں گے۔ کہ وہ اس سے عبرت حاصل کریں۔ اور دوسروں کا علاج کرنے اور مورد الزام ٹھہرانے سے پہلے خود اپنا علاج اور خود اپنی اصلاح کریں۔

کیا ہم امید رکھیں کہ وہ آئندہ "احمدیوں" کو قادیانی اور مرزائی نہیں لکھا کریں گے۔ اگر انہوں نے اصلاح نہ کی تو ہمیں بھی ناچار حافظ شیرازی کے ساتھ ہی تعجب کرنا پڑے گا کہ یا الٰہی ؏

توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر میکنند

آخر میں ہم معاصر "آفاق" کی خدمت میں بھی عرض کریں گے کہ وہ اپنی روش کو نہ چھوڑے اور آئندہ "مودودیئے" کا استعمال نہ کرے۔ کیونکہ اسلامی اخلاق کے منافی ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ اس مضمون میں "احمدیوں" کو بھی "مرزائی" لکھا ہے۔ جو آفاق کے اصول کے منافی ہے۔

دواخانہ خدمتِ خلق قادیان

ہمدرد نسواں جن عورتوں کے بچے ضائع ہو جاتے ہیں۔ یا چھوٹے بچے خصوصاً اس فوت ہو جاتے ہیں۔ ان کا مجرب اور کارگر علاج قیمت ۹ ماہ کی دوائی ۹ روپیہ۔

اکسیر جنین جو لوگ روپیہ خرچ کر سکتے ہوں۔ انہیں حب اٹھرا کے ساتھ یہ دوا بھی استعمال کرنی چاہیئے۔ اٹھرا کی گولیوں کے اثر کو بڑھا دینے والی دوائی ہے۔ قیمت فی تولہ چار روپیہ

دوائی فضل الٰہی جن عورتوں کو لڑکیاں ہی لڑکیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ان کا نہایت ہی کامیاب علاج ہے پہلے ماہ سے استعمال کیا جائے۔ تو خدا کے فضل سے تندرست بچہ پیدا ہوتا ہے۔ قیمت ۹ ماہ کی دوائی۔ ۱۶/-/- روپیہ

ملنے کا پتہ:- دواخانہ خدمت خلق۔ ربوہ ضلع جھنگ (مغربی پاکستان)

تیل و کھل بنولہ

ہمارے کارخانہ سے ہر وقت عمدہ تیل و کھل بنولہ قابل فروخت مل سکتی ہے۔ کاروباری اصحاب خاص کر ہندوستان سے کھل کا کاروبار کرنے والوں کے لئے نادر موقعہ ہے۔ تاجر صاحبان کو ہر قسم کی سہولت بہم پہنچائی جائیگی

کارخانہ سندھو ویجی ٹیبل آئلز اینڈ الائیڈ پروڈکس کو لمیٹڈ گوجرہ ضلع لائل پور

بیاض خاص

حضرت خلیفہ اول مولانا حکیم نور الدین کے حالات زندگی اور معمولات و مجربات ۲/۱۰
دستور الاطباء حکیم صاحب موصوف اور حکیم اجمل خان صاحب وغیرہ کی خاندانی بیاض مع تصویر حصہ اول ۲/۸ دوم ۲/-/-

قصر الحکمۃ پٹیالہ ہاؤس نزد جودھامل بلڈنگ لاہور

اجلاس جناب قاضی عزیز احمد صاحب بی۔ اے ایل ایل۔ بی۔ پی۔ سی۔ ایس صاحب افسر مال بہادر ضلع گجرات بہ اختیارات سپیشل کلکٹر

امام الدین۔ صلوبہ۔ کرم الدین پسران لدھا اقوام سکنہ چک قاضی تحصیل گجرات

بنام

مہر داد سنگھ۔ امریک سنگھ و اوتم سنگھ پسران مستقرا کانشی رام۔ میلا رام و شیر سنگھ پسران ہری چند بہاری لال ولد لدھا مل اقوام اروڑہ سکنہ ساروکی تحصیل گجرات حال مشرقی پنجاب

دعوے واگذاری اراضی مرہونہ رقبہ موضع چک قاضی تحصیل گجرات۔ مقدمہ مندرجہ بالا میں فریق ثانی کو بذریعہ اشتہار اخبار ہذا مطلع کیا جاتا ہے کہ اگر انہیں کسی قسم کا کوئی عذر ہو تو مورخہ ۱۶/۹ کو حسب الضابطہ حاضر عدالت ہذا ہو کر پیش کریں۔ بصورت عدم حاضری کارروائی ضابطہ عمل میں لائی جاوے گی

۱۶/۸/۵۰

(مہر عدالت ہذا) (دستخط حاکم)

باجلاس جناب چوہدری عبد العزیز صاحب بہادر ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ پی۔ سی۔ ایس افسر مال با اختیارات کلکٹر۔ ضلع سیالکوٹ

احمد دین ولد حیات قوم جٹ ساکن موسیٰ پور تحصیل پسرور سائل

بنام

شیرم سنگھ ولد سندر سنگھ قوم جٹ ساکن بخت پور تحصیل پسرور

درخواست فک الرہن

مقدمہ مندرجہ عنوان میں مسئول الیہ مذکور چونکہ غیر مسلم ہونے کی وجہ سے نقل مکانی کر کے ہندوستان جا چکا ہے۔ جس پر تعمیل معمولی طریقہ نوٹس وغیرہ سے ہونی ناممکن ہے۔ لہذا بذریعہ اشتہار ہذا اشتہار عام کرائی جاتی ہے کہ مسئول الیہ مذکور بتقرر ۹/۱۸ ہمارے اجلاس میں بوقت دس بجے صبح اصالتاً یا وکالتاً برائے پیروی مقدمہ بمقام کچہری سیالکوٹ حاضر ہووے ورنہ ان کے خلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لا کر مقدمہ کا فیصلہ کیا جاوے گا۔ آج بہ ثبت دستخط ہمارے اور مہر عدالت سے جاری ہوا

۲۸/۸/۵۰

(دستخط حاکم) (مہر عدالت)

نوٹس

پبلک کی اطلاع کے لئے مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ ۵/۹/۵۰ سے ریل کاروں کے اوقات میں مندرجہ ذیل تبدیلیاں ہوں گی۔

(۱) اے اپ اور بی لاہور اور سیالکوٹ کے درمیان مندرجہ ذیل اوقات پر چلنا شروع ہونگی۔

اے اپ			بی بی ڈاؤن		
ایکسپریس لاہور	روانگی	۵-۲۰	سیالکوٹ	روانگی	۹-۲۵
وزیر آباد	آمد	۸-۱۲	وزیر آباد	آمد	۱۰-۱۰
	روانگی	۸-۱۹		روانگی	۱۰-۳۰
سیالکوٹ	آمد	۹-۱۰	لاہور	آمد	۱۲-۱۰

(۲) لاہور لائلپور سیکشن

بی اے اپ۔ اور ایم اے ڈاؤن جو آج کل لاہور اور لائلپور کے درمیان چل رہی ہیں۔ آئندہ مندرجہ ذیل اوقات پر لاہور اور سانگلہ کے درمیان چلیں گی۔

بی اے اپ ایکسپریس لاہور سے سانگلہ ہل تک پہلے اوقات پر اور ایم اے ڈاؤن ایکسپریس سانگلہ ہل تا لاہور

سانگلہ ہل روانگی ۱۷-۰۰

لاہور آمد ۱۸-۳۰